نوٹس

4

وسطیٰ دور

قرون وسطیٰ کے دوران ہندوستان میں مذہب، لوک فن اور زبان کے میدانوں میں تبدیلیاں ہندوستان کی مخلوط ثقافت میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نئی مذہبی تحریکوں مثلاً صوفی ازم اور سکھ مذہب نے بھکتی تحریک کے ساتھ ثقافتی امتزاج کے اس عمل میں ایک اہم اشتراک کیا۔ اگر آپ اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو آپ کو ہندوستانی ثقافت کے کئی پہلوؤں پر مذہب اسلام کی گہری چھاپ نظر آئے گی۔ آپ نے ہندوستان میں بعض مشہور عمارتی یادگاروں کو دیکھا ہوگا۔ یہ یادگاریں ہندوستان میں ہند۔ اسلامی ثقافت کی مخلوط نوعیت کی علامتیں ہیں۔ آپ یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ اسلام سمیت ہندوستان کے مختلف مذاہب نے ایک دوسرے پر کیا اثر ڈالا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کا ہر خطہ لوک فن یا دیگر فن کو کوئی نہ کوئی شکل دینے کے لیے مشہور ہے، جن کے ذریعہ عام انسان اپنی تخلیقی صلاحیت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ہندوستانی ثقافت کا ایک اور اہم نمایاں پہلو ہے۔ ہمارے ذریعہ بولی جانے والی علاقائی زبانوں کی بھی ایک دلچسپ تاریخ ہے۔ ان کا ارتقاء بھی قرونِ وسطیٰ میں ہوا۔

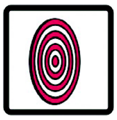

مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ:

- قرونِ وسطیٰ کے سماج کو سمجھ سکیں گے؛
- اسلام اور صوفی ازم کے عروج کو سمجھ سکیں گے؛
- قرونِ وسطیٰ میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال کو واضح کر سکیں گے؛
- ہندوستانی مذہب پر اسلام کے اثرات کو پرکھ سکیں گے؛
- بھکتی تحریک کے فروغ کو تلاش کر سکیں گے؛
- عہد وسطیٰ میں لوک فنون، مصوری اور موسیقی فروغ کا جائزہ لے سکیں گے؛

نوٹس

- جدید ہندوستانی زبانوں کے عروج کو سمجھ سکیں گے؛
- ہندوستان میں سکھ ازم اور سکھ طاقت کے عروج کو سمجھ سکیں گے؛
- جنوبی ہندوستان کے واقعات کو پرکھ سکیں گے۔

4.1 دہلی سلطنت کے تحت لوگوں کی زندگی

جب مسلمان حملہ آور ہندوستان آئے تو انھوں نے اس کو اپنا وطن بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ انھوں نے یہاں شادیاں کیں اور ہندوستانیوں کی ثقافت کو اپنالیا۔ تصورات اور رواجوں کا تبادلہ ہوا۔ ملبوسات، انداز گفتگو، انداز و اطوار اور دانشورانہ نظریات و خیالات کے لحاظ سے دونوں نے ایک دوسرے پر گہرا اثر ڈالا۔ ان میں سے کچھ تبدیلیوں کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

سماج

ہندوستانی سماج کو چار بڑے گروپوں میں بانٹا گیا تھا۔ اور یہ چار بڑے گروپ تھے۔ طبقہ اشرافیہ، پجاری، شہری لوگ اور کسان۔

طبقۂ اشرافیہ

طبقۂ اشرافیہ میں سلطان اور اس کے رشتہ دار طبقہ امراء اور زمیندار شامل تھے۔ ان میں ہندو راجہ، سردار، ہندو تاجر اور بینک کار بھی شامل تھے۔ انھوں نے ساری دولت اور ساری طاقت اپنے ہاتھوں میں رکھی ہوئی تھی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ انتہائی طاقتور اور بااختیار لوگوں کا ایک گروپ تھا۔ وہ بڑی شان سے رہتے تھے اور آرام دہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان میں سلطان سب سے برتر ہوتا تھا۔ اس کو یہ اس لیے کرنا پڑتا تھا کہ وہ اپنی برتری اور حیثیت و رتبہ کو برقرار رکھ سکے۔ جب بھی کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تھا تو مسجدوں میں جمعہ کی نماز میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور اس کے نام سے سکہ جاری کیا جاتا تھا۔ اس طرح نئے حاکم کا تخت پر قبضہ ہوجاتا تھا۔ حاکم کی حیثیت سے اس کے امتیازی مقام کو برقرار رکھنے کے لیے اس کے تحت شاہی محل میں بہت سے افسران اور ملازمین مامور کیے جاتے تھے اور اس طرح وہ انتہائی شاہانہ زندگی بسر کرتا تھا یہاں تک کہ طبقۂ امرا بھی اپنے آپ کو سلطان کے طرز زندگی پر ڈھالنے کی کوشش کرتا تھا اور اپنی دولت کا اظہار کرتا تھا۔

پجاری

پجاری سماج میں لوگوں کا ایک اور اہم طبقہ تھا۔ وہ ہندوؤں میں برہمن اور مسلمانوں میں علماء کے طور پر

جانے جاتے تھے۔ انھیں اپنے رکھ رکھاؤ کے لیے ٹیکس سے آزاد زمینیں فراہم کی جاتی تھیں اور اکثر بہت زیادہ طاقتور اور بااختیار ہوتے تھے۔ علماء کا مسلم سلاطین پر گہرا اثر تھا اور وہ اکثر ان کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتے تھے، لیکن دوسرے وقتوں میں مثلاً علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں انھیں نظر انداز بھی کر دیا گیا، بعض اوقات پجاری مذہبی معاملات سے زیادہ دنیاوی معاملات میں دلچسپی لینے لگتے تھے۔

نوٹس

شہری لوگ

شہروں میں دولت مند تاجر، سوداگر اور دستکار رہا کرتے تھے۔ طبقہ اشرافیہ یعنی افسران اور فوجی سالار بھی شہروں میں رہا کرتے تھے جو کہ سلطنت کا انتظامی اور فوجی مراکز ہوتے تھے، جہاں پر صوفی اور بھکتی سنت رہا کرتے تھے وہ جگہیں زیارت گاہیں بن گئیں۔ دستکار اور صناع اپنے مخصوص گھروں میں رہا کرتے تھے۔ در حقیقت بنکر، بنکروں میں آبادی میں رہتے تھے، لوہار، لوہاروں کی بستیوں میں بستے تھے سبھی دستکاروں اور حرفہ سازوں کا یہ عام چلن تھا۔ یہ لوگ پرتکلف مصنوعات تیار کرتے تھے جنھیں تجارت کی غرض سے بیرونِ ملک بھیجا جاتا تھا۔ شاہی کار خانوں یا ورک شاپوں میں خوبصورت چیزیں تیار کرنے کے لیے ان کارکنوں کو ملازمت پر رکھا جاتا تھا۔ ان چیزوں کو سلطان تحفہ کے طور پر دیا کرتا تھا۔

دیہی لوگ

دیہی لوگ بے شک دیہاتوں میں آباد تھے اور اکثر و بیشتر ان کو انتہائی غریبی کا سامنا کرنا پڑتا تھا، انھیں زمینوں کی آمدنی کے لیے ریاست کو بھاری لگان دینے پڑتے تھے۔ حکومت میں شاہی خاندان کی تبدیلی کے باوجود بھی ان کی حالت میں سدھار نہیں ہوتا تھا۔

ذات کا نظام بہت زیادہ سخت تھا اور بین ذات شادیاں اور بین ذات کھانا پینا پوری طرح سے ممنوع تھا، لیکن تصورات و خیالات کا تبادلہ بڑے پیمانے پر ہوتا تھا، وہ جنھوں نے مذہب اسلام کو اپنالیا تھا اپنے پرانے رسوم و رواج کو فراموش نہیں کیا۔ بہت سے ہندو رسوم و رواج مسلمانوں نے اپنائے اور ہندو نے بھی بہت سے مسلم رسوم و رواج کو اپنایا۔ خاص طور سے ان کو جن کا تعلق غذا، ملبوسات، کپڑوں اور موسیقی جیسی دوسری کئی چیزوں سے تھا۔

تجارت

تجارت اپنے عروج پر تھی اور تجارت کو بڑھاوا دینے کے لیے کئی نئے شہر وجود میں آئے۔ بعض برادریاں مثلاً بنے، مادواڑی اور ملتانی نے تجارت کو اپنا مخصوص پیشہ بنالیا۔ بنجارے کاروانوں کی شکل میں

نوٹس

تجارت کیا کرتے تھے اور تجارتی اشیاء کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے رہتے تھے۔

دہلی اشیاء تجارت کے آنے اور یہاں سے جانے کا مرکز تھا۔ یہاں مشرق سے چاول، قنوج سے چینی، دوآب سے گیہوں اور جنوب سے عمدہ قسم کا ریشم آتا تھا۔ ان کے علاوہ پر تکلف اشیاء مثلاً دھاتی برتن، ہاتھی دانت، زیورات، سوتی کپڑے اور دوسری بہت سی مصنوعات دستیاب تھیں۔ ہندوستان کی باہر سے مثلاً مشرقی افریقہ عرب اور چین سے مصنوعات دہلی آتی تھیں۔ ابنِ بطوطہ کے مطابق اس وقت دہلی ایک عظیم الشان شہر تھا۔

مذہبی حالات

اسلام جب ہندوستان آیا تو یہاں ہندو دھرم مقبول عام تھا، لیکن اس وقت ہندو دھرم بگڑی ہوئی شکل میں تھا۔ اس میں توہم پرستانہ عقائد، رسوم اور قربانیوں کی بھرمار تھی، برہمن بہت زیادہ طاقتور ہو گئے تھے اور ذات کا نظام بہت زیادہ سخت تھا۔ لوگوں اور خاص طور سے نچلی ذاتوں کے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے جو طور طریقے تھے ان سے اسلام ان کے بالکل برعکس تھا۔ یہ مساوات، بھائی چارے اور خدا کی وحدانیت کی تلقین کرتا تھا۔ اس میں کوئی بھی غیر استدلالی اصول نہیں تھے۔ دوسری طرف اس کا ایک سادہ اور آسان عقیدہ تھا اور ایک جمہوری تنظیم تھی۔

اسلام کی آمد نے اس ملک کے سیاسی ڈھانچے میں بہت زیادہ تبدیلیاں نہیں کیں۔ دوسری طرف اس نے سماج کے سماجی نمونے کو تبدیلی کر دیا۔ اس تعلق کا اہم نتیجہ بھکتی اور صوفی تحریکوں کا عروج تھا۔ دونوں ہی تحریکیں اس حقیقت پر مبنی ہیں کہ خدا سب سے افضل و برتر ہے۔ اس کے لیے سارے انسان برابر ہیں اور اس کی بھکتی یا عبادت کے ذریعہ ہی نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

4.2 اسلام کا عروج اور صوفی ازم

مسلمان آٹھویں صدی عیسوی میں پہلی بار خاص طور سے تاجروں کی شکل میں ہندوستان آئے۔ وہ یہاں کے سماجی، ثقافتی منظر سے متاثر ہوئے اور ہندوستان کو اپنا وطن بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ تاجر جو وسطی اور مغربی ایشیا سے آئے تھے اپنے ساتھ ہندوستانی علوم اور ثقافت کے آثار لے گئے۔ اس کے نتیجے میں وہ اس معلومات کو اسلامی دنیا اور مغرب میں پھیلا کر ہندوستان کے ثقافتی سفیر بن گئے۔ باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے یہاں مقامی لوگوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہم آہنگی کے ساتھ رہنا سیکھا۔ تصورات اور رسوم و رواج کا باہم تبادلہ ہوا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے ملبوسات، اندازِ گفتگو، انداز و اطوار، رسوم و رواج اور دانشورانہ مشاغل کے لحاظ سے ایک دوسرے کو متاثر کیا۔ مسلمان اپنے ساتھ مذہب اسلام کو بھی ہندوستان

نوٹس

لے کر آئے جس نے ہندوستانی سماج اور ثقافت پر گہرا اثر ڈالا۔ آیئے ہم پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ اور مذہب اسلام کے بارے میں اس سبق میں کچھ اور معلومات حاصل کرتے ہیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے ساتویں صدی عیسوی میں عرب میں اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ ان کی پیدائش 571ء میں عرب کے قریش نام کے قبیلہ میں ہوئی تھی، انھوں 622 میں مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور اسی سے ہجری دور کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلم عقیدہ کے مطابق قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو حضرت محمدؐ پر نازل کیا گیا اور اس کے نزول کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ منصب رکھنے والے فرشتے حضرت جبرئیل تھے۔ قرآن مجید کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔

مذہب اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں:

(1) توحید (خدا پر یقین اور اس کے واحد ہونے پر یقین)

(2) نماز (دن میں پانچ وقت کی عبادت (نماز))

(3) روزہ (رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا۔)

(4) زکوٰۃ (خیرات دینا)

(5) حج (مکہ اور مدینہ کی زیارت اور فرائض حج کی ادائیگی۔)

حضرت محمدؐ کے اقوال کو حدیث کی شکل میں محفوظ کیا گیا ہے۔ ان کے وصال کے بعد خلافت قائم ہوئی جس میں چار بزرگ و برتر خلفاء تھے۔

مذہب اسلام مساوات، بھائی چارے اور خدا کے وجود پر یقین کا درس دیتا ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی آمد نے یہاں کے سماج کے روایتی نمونے پر گہرا اثر ڈالا۔ بھکتی اور صوفی دونوں ہی تحریکوں کے ابھار نے اس سلسلہ میں زبردست حصہ ادا کیا۔ ان دونوں ہی تحریکوں کا عقیدہ ہے کہ سبھی انسان برابر ہیں۔ خدائے تعالیٰ اعلیٰ و افضل ہے اور اسی کی عبادت میں ہی نجات کا واحد راستہ مضمر ہے۔

4.2.1 صوفی ازم کا عروج

صوفی ازم وہ عام اصطلاح ہے جسے اسلامی تصوف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ صوفی اپنے مذہبی نقطۂ نظر کے لحاظ سے انتہائی کشادہ دل اور وسیع النظر تھے۔ وہ سبھی مذاہب کے ناگزیر اتحاد پر یقین رکھتے تھے۔ وہ موسیقی کے ذریعہ روحانیت کی تبلیغ کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ وابستگی پر یقین رکھتے تھے۔ صوفی ازم کی ابتدا ایران میں ہوئی اور ترک حکومت کے تحت اسے ہندوستان میں ایک سازگار ماحول ملا۔ تقدس و پارسائی، تحمل و برداشت (رواداری) اور ہمدردی کے شعور اور مساوات کے تصور اور دوستانہ رویّے نے بہت سے ہندوؤں کو جن میں سے زیادہ تر کا تعلق نچلے طبقہ سے تھا، مذہب اسلام کی جانب مائل کیا۔ صوفی بزرگوں مثلاً خواجہ معین الدین چشتی، نظام الدین اولیاء اور فرید الدین شکر گنج اولین صوفیوں میں شامل ہیں جن سے آج

بھی محبت کی جاتی ہے، ان کی عزت و توقیر کی جاتی ہے اور ان کے اعلیٰ رتبہ کو سمجھا جاتا ہے۔صوفی اپنی خانقاہوں اور درگاہوں کے قیام میں عیسائی اور بودھ راہبوں سے متاثر ہوئے۔صوفیوں کے ذریعہ شمالی ہند میں قائم کردہ خانقاہوں کے ذریعہ مذہب اسلام ہندوستان کے اندرونی دیہی علاقوں تک پہنچا۔ مزار (مقبرے) اور تکیے (بزرگانِ دین کی آرام گاہیں) اسلامی تصورات کی تشہیر کے مراکز بن گئے۔ ان کی سرپرستی طبقۂ اشرافیہ اورعوام دونوں ہی کی جانب سے کی گئی۔صوفیوں نے سبھی انسانوں کی عزت وتوقیر پر زور دیا۔

صوفی مذہبی ترتیب یا ''سلسلہ'' میں منظّم تھے۔یہ ''سلسلے'' ان کے بانیوں مثلاً چشتی، سہروردی، قادری اور نقش بندی کے نام سے منسوب تھے۔آئینہ اکبری کے مصنف ابوالفضل کے مطابق سولہویں صدی کے ہندوستان میں تقریباً چودہ ''سلسلے'' موجود تھے۔ ہر سلسلہ کی اپنی خانقاہ موجود تھی جو صوفی بزرگوں اور محتاج اور مفلس لوگوں کی پناہ گاہ تھی اور جو بعد میں تعلیمی مراکز میں تبدیل ہوگئیں۔

اجمیر، ناگور اور اجودھن یا پاک پٹن (اب پاکستان میں) صوفی ازم کے اہم مراکز کے طور پر ابھرے، انھوں نے پیری مریدی (استاد اور شاگرد کی روایت) کو بھی شروع کیا۔صوفیانہ وجدان کے حصول کے لیے صوفی شاعری اور موسیقی سنا کرتے تھے جو ابتدائی طور پر فارسی زبان میں تھی، لیکن بعد میں ہندوی اور ہندوستانی زبانوں میں بھی تخلیق کی جانے لگی۔اس شاعری میں خدا کے ساتھ وابستگی اور خود کو اس کے سامنے سربسجود کرنے کی تلقین و تبلیغ تھی اور یہ ''نرگن بھکتی'' کے بھکتی گیتوں اور بھجنوں سے تقریباً ملتا جلتا تھا۔موسیقی زبان سے قطع نظر ہر ایک کو اپنی جانب متوجہ کرلیتی ہے۔اس طرح کی موسیقی نے آہستہ آہستہ ہندوؤں کو اپنی جانب راغب کیا اور وہ بڑی تعداد میں درگاہوں کی زیارت کرنے لگے۔صوفی ازم پر ہندو اثر بھی ''سدھ'' (Siddhas) اور یوگ آسنوں میں نظر آنے لگا۔

متن پر مبنی سوالات 4.1

1۔ حضرت محمدؐ کی مکہ سے مدینہ ہجرت سے کون سے عہد کا آغاز ہوتا ہے؟

2۔ روزہ کیا ہے؟

3۔ خدا ترسی، تحمل و برداشت (رواداری) کے اپنے رویّے اور ہمدردی کے اپنے تصور سے کس نے ہندوؤں کو اسلام کا پیروکار بنایا؟

نوٹس

4۔ آئینہ اکبری کے مصنف کا نام بتائیے۔

4.3 سیاسی پس منظر

دہلی کے سلطان حکمران، جنھوں نے 1206ء سے 1290ء تک حکومت کی مملوکی ترک تھے۔ ان کے بعد خلجیوں، تغلقوں، سیدوں اور لودھیوں نے حکومت کی، جنھوں نے دہلی سے شمالی ہند پر 1526ء تک حکومت کی۔ یہ سبھی حکمراں ''سلطان'' کہلاتے تھے۔ سلطان، خلیفہ کے ایما پر ایک علاقہ پر حکومت کرتا تھا، جسے مسلمانوں کا روحانی اور دنیوی سربراہ سمجھا جاتا تھا۔ خلیفہ اور سلطان دونوں ہی کا نام جمعہ کی نماز کے خطبہ میں مقامی امام کے ذریعہ پڑھا جاتا تھا۔

1526ء میں دہلی کے سلطانوں کی جگہ مغلوں نے لے لی، جنھوں نے ابتدائی طور پر آگرہ اور بعد میں دہلی کو اپنا دارالخلافہ بنا کر 1707ء تک حکومت کی۔ اس کے بعد مغلوں کی برائے نام حکومت 1857ء تک قائم رہی اور پھر مغلوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ مغلوں نے خلفاء کی جانب سے باضابطہ تقرر کو کوکہ نہیں اپنایا، لیکن وہ ان کو تحائف بھیجتے رہے۔ انھوں نے خطبہ بھی اپنے ناموں کا پڑھوایا۔

تاہم ایک مقامی افغان رہنما شیر شاہ نے مغل بادشاہ ہمایوں کے خلاف جنگ کی اور اس کو 15 برسوں تک دہلی کے تخت سے دور رکھا۔ (1540-55) شیر شاہ کا دورِ حکومت کئی غیر معمولی کامیابیوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ ان میں سے کئی سڑکوں کی تعمیر نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ان سڑکوں میں سے سب سے اہم ''شاہراہ اعظم'' یا گرانڈ ٹرنک روڈ ہے جو نارگاؤں (اب بنگلہ دیش میں) سے شروع ہوکر، دہلی اور آگرہ سے گذرتے ہوئے 1500 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتے ہوئے اٹک (اب پاکستان میں) تک پہنچی تھی۔ اس کے ذریعہ بنائی ہوئی دوسری شاہراہیں آگرہ سے برہان پور، آگرہ سے مارواڑ اور لاہور سے ملتان تک ہیں۔ اس نے سونے، چاندی اور تانبے کے سکے ڈھلوائے جن کی بعد میں مغل بادشاہوں نے نقل کی۔

مغل شہنشاہ اکبر جس نے 1556-1605ء تک حکومت کی، ہندوستان کی تاریخ کا ایک عظیم حکمراں تھا۔ اس نے نسلی، مذہبی اور ثقافتی تفریق کو پست کر کے اپنی رعایا کے درمیان ہم آہنگی کو بڑھاوا دینے کی سنجیدہ کوشش کی۔ اس نے ہندوؤں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو بڑھانے کی کوشش کی۔ اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لیے اس نے راجپوت راجاؤں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کیے۔ اس کی سب سے بڑی کامیابی ملک کا سیاسی اتحاد اور ایک طاقتور مرکزی حکومت کا قیام تھا، جس کی انتظامیہ کا ایک یکساں نظام تھا۔ اکبر فنون لطیفہ، فنِ تعمیر اور علم وفضل کا عظیم سرپرست تھا۔ ایک سیکولر مزاج بادشاہ کی حیثیت سے اس نے ایک

عقیدہ ''دینِ الٰہی'' کا آغاز بھی کیا، جس میں مختلف مذاہب کے تصورات سموئے ہوئے تھے۔ ہر جمعرات کو مختلف مذاہب کے اسکالروں کو ان مذہبی مسائل پر بحث کرنے کے لیے بلایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ذریعہ اٹھائے جاتے تھے۔ یہ نشست آگرہ میں فتح پور سیکری کے عبادت خانے میں منعقد ہوتی تھی۔ اکبر بذات خود گو کہ ناخواندہ تھا، لیکن اس نے دانشوروں اور علماء کی سرپرستی کی۔ اس کے دربار میں اس طرح کے نورتن موجود تھے اور یہ تھے ملاّ دوپیازہ، حکیم حمام، عبدالرحیم خانخاناں، ابو تیال، تان سین، راجہ ٹوڈرمل، راجہ مان سنگھ، فیضی اور بیربل۔ کشادہ دلی اور کریم النفسی کی اکبر کی یہ پالیسیوں اس کے جانشینوں جہانگیر اور شاہ جہاں نے جاری رکھی۔ تاہم اورنگ زیب نے اس پالیسی کو ترک کردیا۔

اورنگ زیب کی تنگ نظر پالیسیوں اور ملک کے مختلف حصوں (خاص طور سے جنوب میں) جنگوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ کے نتیجہ میں مغل سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔

جنوب میں مراٹھوں کی سرکشی، نادرشاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں، دربار میں امراء اور سرداروں کے درمیان بے چینی، شمالی مغربی ہندوستان میں سکھوں کے عروج نے باقی بچے مغل اقتدار کو بھی تباہ کردیا۔ معاشی طور پر ہندوستان اب بھی دنیا کا سب سے بڑا برآمد کنندہ تھا اور بے شمار دولت بھی تھی، لیکن جدید کاری کا عمل بھی پیچھے رہ گیا تھا۔

4.4 ثقافتی فروغ

اس عہد کے حکمرانوں نے فنون لطیفہ اور فنِ تعمیر میں گہری دلچسپی لی۔ قرونِ وسطیٰ میں مخلوط ثقافتی خصوصیات سے اس کا وافر طور پر اظہار ہوتا ہے۔ فنِ تعمیر کی ایک نئی طرز ہند۔ اسلامی طرزِ تعمیر اسی اتحاد سے وجود میں آئی۔ ہند، اسلامی فنِ تعمیر کی امتیازی خصوصیات تھیں (الف) گنبد، (ب) اونچے مینار (ت) محراب (ج) قوس نما چھت۔

مغل حکمراں قدرت کے عظیم دلدادہ تھے۔ انھیں خوبصورت قلعہ اور باغات بنانے میں اپنا وقت صرف کرکے مسرت حاصل ہوتی تھی۔ مشہور مغل باغات مثلاً شالیمار باغ اور نشاط باغ ہمارے ثقافتی ورثہ کے اہم عناصر ہیں۔ یہ باغات نہروں اور فوّاروں سے بھرے ہوئے تھے اور یہ کہ انھوں نے ایسے باغات تعمیر کیے جو چبوتروں یا سطحوں پر مشتمل تھے۔ پانی جب ایک سطح سے دوسرے سطح پر آبشار کی شکل میں گرتا تھا تو اس کو پتلی دھاراؤں میں گرانے کا انتظام کیا گیا تھا اور ان کے پیچھے چراغ جلتے تھے تاکہ پانی جھلملاتا رہے۔ اس قسم کے باغ کی بہترین مثال شالیمار باغ، لاہور (اب پاکستان میں) ہے۔ لاہور کے اس باغ میں تین مرحلے تھے، لیکن اس سے بہتر ایک مثال کو چنڈی گڑھ، کالکا روڈ پر پنجور گارڈن کی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک سات مرحلی باغ ہے۔ اس باغ نے انگریزوں کو اتنا زیادہ متاثر کیا کہ انھوں نے دہلی میں وائس ریگل لاج

(اب راشٹریہ پتی بھون) میں ایک تین مرحلی باغ بنوایا۔ میسور کا ورنداون گارڈن مغلوں کے ان ہی باغات کے خطوط پر بنایا گیا ہے۔ اس باغ کی تعمیر 20ویں صدی عیسوی میں ہوئی تھی۔

شاہجہاں کے عہد میں ''پیترا ڈیورا'' یا سنگ مرمر پر رنگین پتھر سے مرصع سازی بہت زیادہ مقبول تھی۔ اس طرح کی مرصع سازی کی بہترین مثالیں دہلی میں لال قلعہ میں اور آگرہ میں تاج محل میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان کے علاوہ فتح پور سیکری، آگرہ اور لاہور کے قلعے اور دہلی اور لاہور کی شاہی مساجد (جامع مسجد) ہمارے ثقافتی ورثہ کا اہم حصہ ہیں۔ اس مدت کے دوران تعمیر کردہ مساجد، بادشاہوں کے مقبرے اور درگاہیں ہماری سرزمین پر جا بجا نظر آتی ہیں۔

سکہ ڈھلائی

فنون کا ایک دوسرا پہلو جو ہمارے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے، علمِ مسکوکات (سکوں کے مطالعے) سے جڑا ہوا ہے۔ سکے تاریخ کے کسی بھی عہد میں معلومات کا ذریعہ رہے ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کے سکے تاریخ میں بیش قیمت رہے ہیں۔ ان کے ڈیزائن، ان پر خطاطی، ان پر ڈھلائی کی علامتیں ہمیں اس عہد کے بارے میں بہت سی اہم معلومات فراہم کرتی ہیں۔ شاہی خطابات سے لے کر ڈھلائی کی تاریخ اور جگہ سے ہم بادشاہ کی حکومت کی وسعت اور اس کے رتبہ و مقام کے بارے میں پتہ لگا سکتے ہیں۔ محمد بن تغلق کے سکّے دہلی، دولت آباد اور دوسری کئی صوبائی راجدھانیوں میں ڈھالے گئے تھے اور ان کی تقریباً پچیس مختلف اقسام تھیں۔ بعض سکوں پر تحریر داستانیں انتہائی دلچسپ ہیں۔ ''خدا کے راستہ کا مجاہد'' اور ''جو سلطان کا تابعدار ہوتا ہے، وہ ہمدردی کا تابعداد ہوتا ہے'' اس کی کچھ مثالیں ہیں۔

متن پر مبنی سوالات 4.2

1۔ خلیفہ اور سلطان کا نام ــــــــــــــــ میں پڑھا جاتا تھا۔

2۔ ایک مقامی افغان حکمراں ــــــــــــــــ نے مغل بادشاہ ہمایوں سے مقابلہ کیا اور اس کو تقریباً پندرہ برسوں تک دہلی کے تخت سے دور رکھا۔

3۔ اپنے سامراجی عزائم کو پورا کرنے کے لیے اکبر نے ــــــــــــــــ حکمرانوں کے ساتھ ازدواجی رشتے بنائیے۔

4۔ نئی دہلی کا راشٹرپتی بھون، انگریزوں کی حکومت کے دوران ــــــــــــــــ کے نام سے جانا جاتا تھا۔

5۔ ''پیترا ڈیورا'' یا سنگ مرمر پر رنگین پتھروں سے مرصع سازی ــــــــــــــــــ کے دور میں بہت مقبول تھی۔

4.5 بھکتی تحریک

اس دور میں صرف صوفی ہی ممتاز مقبول مذہبی استاذ نہیں تھے، بلکہ بھکتی سنت بھی موجود تھے۔ ان کی تعلیمات بھی صوفیوں ہی کی طرح ہوتی تھیں، لیکن وہ درس تدریس کا کام زیادہ پرانے عرصے سے کر رہے تھے۔ یہ بھکتی سنت حرفہ سازوں، دستکاروں اور تاجروں کے درمیان مقبول تھے۔ دیہاتوں میں بھی لوگ ان کی تعلیمات کو سننے کے لیے جمع ہوتے تھے۔

صوفیوں اور بھکتی سنتوں کے خیالات وتصورات اور طریقوں میں بہت کچھ مشترک تھا۔ ان کا اہم اور ضروری عقیدہ خدا کے ساتھ وابستگی کی ضرورت میں پنہاں تھا۔ وہ خدا کے ساتھ تعلق کی بنیاد کے طور پر عشق یا عبادت پر زور دیتے تھے۔ ان سب کے حصول کے لیے ایک گرو یا پیر کی ضرورت ہوتی ہے۔

بھکتی سنت مذہب میں کٹرپن اور چیزوں کی عبادت کی نفی کرتے تھے۔ وہ ذات کے نظام کی تردید کرتے تھے اور اپنے مذہبی اجتماعوں میں عورتوں کی شامل کرنے کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ بھکتی سنتوں نے اپنی پوری تعلیم مقامی دیسی زبان میں دی تا کہ عام آدمی بھی ان کو سمجھ سکے۔

بھکتی سنتوں کا تعلق مختلف پس منظر سے تھا، لیکن ان میں سے زیادہ تر نچلی ذاتوں سے تھے۔ ان میں کئی اصل میں حرفہ ساز تھے یا ان کا تعلق کاشتکاروں کی کم خوشحال طبقہ سے تھا۔ وہ انسانوں اور مذاہب کے درمیان تحمل اور برداشت پر زور دیتے تھے۔

بھکتی تحریک جنوبی ہندوستان میں ایک طویل عرصے سے مشہور تھی۔ بھجنوں اور کہانیوں کے ذریعہ بھکتی کی تبلیغ کا چلن سب سے پہلے تامل ریاضت پرست طبقوں کے الوروں اور نیناروں نے شروع کیا۔ آپ اس کے بارے میں اسی کتاب میں بعد پڑھیں گے۔

گرونانک

گرونانک کا جنم کھتری خاندان میں تلونڈی گاؤں میں ہوا تھا جسے اب ننکانہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ گرونانک نے گوکہ کھاتہ داری کی تربیت لی تھی، لیکن انھوں نے صوفیوں اور سنتوں کی معیت کو ترجیح دی۔ کچھ عرصہ بعد انھیں ایک عارفانہ بصارت ملی اور انھوں نے سنتوں اور پیروں کے ساتھ رہنے کے لیے گھر

چھوڑ دیا۔ انھوں نے بھجن تیار کیے اور انھیں رباب کی دھن پر گایا جو ایک آلۂ موسیقی ہے۔ ان کے بھجن آج بھی مشہور ہیں۔ انھوں نے صرف ایک خدا کی محبت اور اس کی عبادت پر زور دیا۔ وہ خدا کو پانے کے لیے مورتی پوجا، تیرتھ یاتراؤں، قربانیوں اور رسموں کی سختی کے ساتھ تردید کرتے تھے۔ انھوں نے خدا کے ساتھ وصال کے لیے کردار اور رویّے کی پاکیزگی کو پہلی شرط بتایا۔ گرو نانک کا ماننا تھا کہ ایک گھریلو آدمی کی حیثیت سے زندگی گذارتے ہوئے کوئی بھی روحانی زندگی حاصل کرسکتا ہے۔

رام انوج

رام انوج کا تعلق جنوبی ہندوستان سے تھا اور انھوں نے عام آدمیوں کی زبان میں تعلیم دی۔ ان کے شاگرد رام آنند تھے، جنھوں نے اپنے گرو کے پیغام کو شمالی ہندوستان تک پہنچایا۔

رام آنند

رام آنند کا جنم الہ آباد میں ہوا اور انھوں نے وارانسی میں تعلیم پائی۔ انھوں نے ان دونوں شہروں میں درس و تدریس کا کام کیا۔ وہ ہندو دھرم کو برے ریت رواجوں اور طور طریقوں سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سارے لوگ یہ جانیں کہ خدا کی نظروں میں سبھی انسان برابر ہیں اور یہ کہ جنم سے کوئی بھی اعلیٰ یا کم تر نہیں ہے۔ ان کے پیروکاروں کا تعلق زندگی کے مختلف زمروں سے تھا۔ مثال کے طور پر کبیر ایک بُنکر تھے، سدھانا ایک قصائی تھے۔ روی داس ایک موچی تھے اور سینا، نائی تھے۔

کبیر

کبیر، رام آنند کے پسندیدہ شاگرد تھے۔ انھوں نے موجودہ سماجی نظام پر نکتہ چینی کی اور ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا۔ کبیر ایک مسلمان بُنکر کے بیٹے تھے۔ انھوں نے مورتی پوجا، رسمی عبادتوں مثلاً نماز، زیارتوں اور دریاؤں میں اشنان کی تردید کی۔ وہ ایک ایسے مذہب

کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے جو سبھی کے لیے قابلِ قبول ہو اور وہ سبھی مذاہب کو متحد کر دے۔ انھوں نے خدا کی وحدت پر زور دیا۔ انھوں نے خدا کو کئی ناموں سے پکارا مثلاً راما، گوبندا ہری اور اللہ۔ آپ نے ہندی میں ان کے دوہے ضرور پڑھے ہوں گے۔

چیتنیہ مہا پربھو

چیتنیہ بنگال کے سنت تھے۔ وہ بھگوان کرشن کے بھکت تھے۔ برہمن ہونے کے باوجود انھوں نے ذات کے نظام کی تردید کی اور سبھی انسانوں کے برابر ہونے پر زور دیا۔ وہ لوگوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ سچی عبادت محبت اور ریاضت میں پنہاں ہے۔ وہ بھگوان کرشن کی تعریف میں بھکتی گیتوں کو گاتے ہوئے وجدان کی کیفیت میں آجاتے تھے۔

میرابائی

میرابائی ایک اور بھکتی سنت تھیں جو کرشن بھگوان کی پوجا کرتی تھیں۔ ان کی شان میں گیت تیار کرتی تھیں اور ان کو گاتی تھیں۔ چیتنیہ کی طرح وہ بھی اپنے بھگوان کے عشق میں وجدانی کیفیت میں آجاتی ہیں۔

نام دیو

نام دیو ایک درزی تھے۔ وہ مراٹھی زبان میں لکھتے تھے۔ ان کی شاعری میں خدا کے لیے عشق اور وابستگی کی شدت نظر آتی ہے۔

بھکتی تحریک کی مقبولیت

بھکتی تحریک لوگوں کے درمیان اتنی زیادہ مقبول کیوں ہوئی؟ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس نے ذات کے نظام اور برہمنوں کی برتری کو چنوتی دی۔ انھوں نے مساوات اور بھائی چارے کے ان تصورات کا خیر مقدم کیا جن کی تبلیغ صوفی بھی کرتے رہے تھے۔ پرانے مذہب کے لیے لوگوں کے دل میں اب بے چینی پنپ رہی تھی۔ وہ ایک ایسا مذہب چاہتے تھے جو ان کی عقلیت اور جذبات دونوں کی تسکین کر سکے۔

نوٹس

سبھی بھکتی سنتوں نے خدا کی وحدت پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ خدا تک پہنچنے کا راستہ خود اس کی عبادت اور بھکتی میں پوشیدہ ہے نہ کہ مذہبی رسومات میں۔ وہ مذہبی رسومات اور قربانیوں کی تردید کرتے تھے۔ شمالی ہندوستان یہ دو دھاراؤں میں بٹ گئی۔ ان میں سے ایک ''نرگن بھکتی'' تھی اور دوسری سگن بھکتی تھی۔ نرگن بھگت بےشکل خدا کے پیروکار تھے اس کے باوجود کے وہ اسے رام، گووندا، ہری یا دگھوناتھ کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کی کوئی شکل نہیں تھی۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں کبیر اور نانک تھے۔ سگن بھگت دشرتھ کے بیٹے رام یا دیوکی اور واسودیو کے بیٹے کرشن کے اوتار تھے۔ سگن بھکتوں کی کچھ بہترین مثالیں ہیں، تلسی داس، جنھوں نے اپنی مشہور، رام چرتر مانس میں عوام کو بھگوان کے طور پر پیش کیا، اور سورداس جو اپنے مشہور ''سرساگر'' میں بھگوان کرشن کی ستائش میں گیت گاتا ہے۔ مسلم رس خاں جو بھگوان کرشن کا بھگت تھا، اسی روایت سے تعلق رکھتا ہے۔

بھکتی تحریک کی پہلی اہم خصوصیت خدا کی وحدانیت اور تمام نوع انسان کا بھائی چارہ تھی۔ یہ ذات یا صنف کی بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں برتتی تھی۔ اس کی دوسری اہم خصوصیت خدا کے سامنے جھکنا ہے جو ہر چیز میں سمایا ہوا ہے اور اپنے بندوں کی مشکلات کو حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ بھکتی کی تیسری اہم خصوصیت خدا کے ساتھ دلی لگاؤ ہے اور اس کے ساتھ اچھی اخلاقی زندگی پر زور دیا گیا ہے۔ یہ محسوس کیا جاتا تھا کہ خدا کا نام مسلسل لینے سے روح کو پاکیزگی ملتی ہے اور انسان خود کو خدا کے کرم وعنایت کے لیے تیار کرتا ہے۔ ایک سچے عبادت گزار کو جنت یا موکش کی پرواہ نہیں ہوتی وہ صرف خدا کا نام لینے کا خواہش مند رہتا ہے اور اس کی حمد وثناء کے لیے بار بار پیدا ہونے کی تمنا کرتا ہے۔

خدا کے بعد گرو یا روحانی استاد کا درجہ ہے، جس کا کام انسان میں امید، توانائی اور باطنی جرأت و ہمت پیدا کرنا ہے۔ یہ وہ فرد ہوسکتا ہے جو بھکتی کے راستہ کی اگلی منزلوں پر ہو اور غالبًا خدا کو سمجھتا ہو اور اس لیے وہ دوسروں کی رہنمائی اس کی جانب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اسی سے ''پاہل'' کا نظام وجود میں آیا۔ پاہل وہ مقدس پانی تھا جو گرو، شاگرد کو تقویٰ کی راہ پر گامزن ہونے کی تربیت میں شامل ہونے کی اجازت ملنے پر دیتا تھا۔ سکھ ''تلوار کو مقدس پانی سے دھونے'' کی رسم انجام دیتے ہیں جسے ''کھانڈے کا پاہل'' کہا جاتا ہے، جو پیر مریدی کی روایت (سنت، سپاہی تصور) کو ظاہر کرتا ہے۔ کیا آپ یہاں اس بات کو سمجھ پاتے ہیں کہ بھکتی روایت کی بعض خصوصیات، صوفیوں کے طور طریقوں اور تصورات سے ملتی جلتی ہیں؟

بھکتی کا جذبہ پورے ہندوستان میں پھیلا اور قرون وسطیٰ کے سنتوں اور صوفیوں نے مذہبی شاعری میں شوخ اور خوبصورت تاثرات کو پیش کیا۔ ان کی ادبی بندشوں نے جو گیتوں اور قوالیوں کی شکل میں تھیں، لوگوں کو متحد کیا جو اور کوئی دوسری چیز نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے علاقائی زبانوں کو بھی بڑھاوا دیا۔

متن پر مبنی سوالات 4.3

درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

1۔ بھکتی تحریک کی دو خاص دھارائیں کیا ہیں؟

2۔ ایک نرگن اور ایک سگن بھکتی شاعروں کے نام بتایئے؟

4.6 لوک فنون کا ارتقاء

دیہی عوام کو کئی میدانوں میں اپنے ہنروں کو ظاہر کرنے کا موقع ملا۔ زرعی کاموں سے جڑے ہوئے کئی موقع مثلاً کھیتوں کی جتائی، پودوں کی بوائی، کپاس کی چنائی، اناج کی صفائی اور دوسرے کئی زرعی کام گانے اور رقص کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ کیا یہ آپ کو جانا پہچانا لگتا ہے؟ جی ہاں۔ آج آپ جن تہواروں اور رسوم ورواج کو مناتے ہیں وہ ماضی سے چلے آ رہے ہیں گو کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں کچھ تبدیلیاں ضرور آئی ہیں۔

بارشوں کی آمد رقص اور خوشی ومسرت کا موقع بن جاتی تھی۔ دیوتاؤں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے منتر پڑھے جاتے تھے اور مندروں میں خصوصی پوجا کی جاتی تھی۔ یہ جھولے جھولنے کا بھی موقع ہوتا تھا۔ اسی طرح سے عورتیں اپنے کرگھوں پر بیٹھتی تھیں اور دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر ساری رات گیت گاتی تھیں۔ یہ ہندوستان کے سبھی دیہاتوں میں تقریباً مشترکہ منظر تھا۔

یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ تقریباً ہر خطہ رقص کی اپنی مخصوص شکل رکھتا ہے، جس میں مقامی لوازمات بھی شامل ہوتے ہیں۔ گربا، کل بیلا، بھنگڑہ، گِدّھا، بانس ڈانس، لوانی اور رقص کی دوسری لا تعداد شکلوں کا وجود اسی طرح سے ہوا۔ آج ان میں سے کچھ جشن جمہوریہ کے موقع پر کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کو دوسرے تہواروں پر بھی انجام دیا جاتا ہے۔

رسمی تعلیم کو عورتوں کے لیے بہت زیادہ اہم نہیں سمجھا جاتا تھا، لیکن یہ بات ان کو دوسرے میدانوں میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنے سے نہیں روک سکی۔ انھوں نے اپنی تخلیقیت کا اظہار سلائی کڑھائی کے کاموں میں کیا۔ راجستھان میں لڑکیاں اوڑھنیوں، قمیضوں اور گھاگروں پر خوبصورت ڈیزائن بناتی ہیں۔ راجستھان میں ہی کپڑوں کو باندھ کر رنگا جاتا ہے، جنھیں عورتیں اور مرد دونوں استعمال کرتے ہیں۔ آج بھی راجستھان

نوٹس

کے لوگ سب سے زیادہ خوشنما اور رنگین ملبوسات پہنتے ہیں۔ رنگوں سے ان کی بے انتہا شوق کو ان کے جانوروں (گھوڑوں، بیلوں، اونٹوں اور یہاں تک کے ہاتھیوں) کی سجاوٹ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ پنجاب میں لڑکیاں خوبصورت پھلکاری بناتی ہیں۔ لکھنؤ اور اس کے آس پاس قمیضوں، شلواروں اوڑھنیوں اور ساڑیوں پر بھی چکن کا کام کیا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ تمثیل نگاری جس کے بارے میں بھرت نے اپنے ''نیائے شاستر'' میں لکھا تھا، ابھی پوری طرح سے معدوم نہیں ہوئی ہے۔ (پانچویں صدی عیسوی) ڈانس ڈرامہ کی ''تماشہ'' اور ''لاونی'' شکلوں نے مہاراشٹر میں جنم لیا۔ وسطی ہندوستان میں ''پنڈاونی'' اور شمالی ہند میں میراثیوں نے اس طرح کے آرٹ کی شکلوں کو تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ پیش کیا۔ اسی طرح سے آرٹ کی ان شکلوں کو کٹھ پتلی کا تماشہ دکھانے کے لیے استعمال کیا گیا، بھاٹ اور مسخرے ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے رہتے ہیں اور مختلف طریقوں سے لوگوں کا دل بہلاتے تھے۔ کچھ علاقوں میں مارشل آرٹ پروان چڑھا جبکہ کشتی پورے ہندوستان میں نامعلوم وقتوں سے مقبول رہی ہے۔

متن پر مبنی سوالات 4.4

1۔ کن ہی دو اہم لوک رقصوں کے نام بتائیے۔

2۔ سلائی کڑھائی کی کسی ایک ایسی اہم قسم کا نام بتائیے جس کا تعلق ہندوستان سے ہے۔

4.7 پینٹنگ

اسلامی ثقافت سے متاثر ہونے والا ایک دوسرا میدان پینٹنگ کا تھا۔ ہمایوں نے تقریباً بارہ برس پناہ گزیں کے طور پر فارس میں گذارے۔ جب وہ ہندوستان واپس لوٹ کر دہلی کے تخت پر 1555 میں دوبارہ بیٹھا تو وہ اپنے ساتھ مصوروں کو بھی ہندوستان لایا۔ ان میں میر سید علی اور عبدالصمد بہت مشہور تھے جنھوں نے علمی تصاویر کی روایت کو پروان چڑھایا۔ اس کی ایک مثال ''داستانِ امیر حمزہ'' ہے جس میں تقریباً 1200 پینٹنگ ہیں۔ اس دور نے پورٹریٹ اور چھوٹی تصاویر کے ہنر کو بھی پھلتے پھولتے دیکھا۔ تاہم دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے کچھ مصوروں نے کلاسیکی راگوں کو تصویری شکل دینے کی کوشش کی۔ اس طرح سے انھوں نے موسیقی جیسے تجریدی تصورات کو شکل اور رنگوں میں ڈھالا، اسی طرح سے موسموں کو ''بارہ ماسہ پینٹنگوں'' کی شکل میں پیش کیا گیا۔ کیا آپ ان آرٹسٹوں کی تخلیقی صلاحیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ دنیا میں شاید

چین کے علاوہ اور کسی بھی جگہ کے آرٹسٹوں نے موسیقی اور موسموں کو تصویری شکل دینے کی کوشش نہیں کی۔

اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں ان آرٹسٹوں کی سرپرستی کرتے رہے اور اس کے نتیجہ میں پینٹنگ کا مغل اسکول پھلتا پھولتا رہا۔ اکبر نے ایک کشادہ دل حکمراں کی حیثیت سے پینٹنگ کی سرپرستی کی۔ اس نے دسونت اور بساون لال جیسے کئی ہندو پینٹروں کو ملازمت دی۔ اس کے نتیجے میں فارسی اور ہندوستانی طرز کا امتزاج ہوا۔ ہندوستانی پینٹنگوں پر یوروپی اثر کو بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

پینٹنگ کا مغل اسکول جہانگیر کے عہد میں اپنے عروج پر پہنچ گیا جو خود بھی ایک اچھا مصور تھا۔ اس کے دربار میں استاد اور ابوالفضل جیسے مصور موجود تھے۔ منصور چھوٹی تصاویر کے لیے مشہور تھا۔ تاہم اورنگزیب نے اپنے تنگ نظر خیالات اور سیاسی مصروفیت کی وجہ سے موسیقی اور پینٹنگ کی سرپرستی کرنا بند کردی۔ اپنے آقاؤں کی طرح کچھ شہزادیوں نے بھی مصوروں کی سرپرستی کی۔ اس طرح سے آرٹ کے مغل اسکول کے علاوہ پینٹنگ کے راجپوت اور پہاڑی اسکولوں کی بھی ہمت افزائی ہوئی۔ یہاں تک کہ سماج کے طبقۂ امرا نے بھی مصوروں کی سرپرستی کرنا شروع کردی۔ اس کے نتیجہ میں امراء کی حویلیاں آرائش و زیبائش سے آراستہ ہونے لگیں۔ راجستھان کی ان سبھی سماجی حویلیوں کو دیکھنے آج بھی بڑی تعداد میں لوگ جاتے ہیں۔ اگر آپ کو کبھی راجستھان جانے کا موقع ملے تو آپ ان حویلیوں کو دیکھ سکتے ہیں۔

سولہویں سے اٹھارویں صدی عیسوی کے پینٹنگ کے مغل اسکول نے چھوٹی تصاویر کے آرٹ کے ہند فارس اسکول کو جنم دیا۔ مغلوں کے درباری مصورین نے مناظر کو انسانی شکلوں اور پوشاکوں کے ساتھ بنایا۔ جب انھوں نے روایتی ہندوستانی طرزوں کو اپنایا تو ان کی تصاویر اور بھی زیادہ فطری نظر آنے لگیں۔ چھوٹی تصاویر پر دستخط کرنے کا رواج بھی شروع ہوگیا۔ انھوں نے چنگیز نامہ، ظفر نامہ اور رامائن جیسی تخلیقات کو تصویری شکل دی۔

4.8 موسیقی

مغل بادشاہوں اکبر جہانگیر اور شاہجہاں نے بہت سے موسیقاروں کی سرپرستی کی۔ تان سین جو اکبر کے دربار کا رتن تھا، نہ صرف کلاسیکی راگ گاتا تھا بلکہ اس نے نئے راگوں کو ایجاد بھی کیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شاہجہاں بذات خود ایک اچھا گلوکار تھا۔ یہ موسیقار دن کے مختلف اوقات میں اور مختلف موسموں کے لحاظ موزوں راگوں سے محظوظ کرتے تھے۔

ہندوستان میں ترک، افغان حکومتوں کے دوران ہند۔ ایرانی موسیقی کا امتزاج شروع ہوا۔ یہاں یہ جاننا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اورنگزیب موسیقی کے خلاف تھا، لیکن ہندوستانی کلاسیکی موسیقی کے بارے میں فارسی زبان میں سب سے زیادہ کتابیں اسی کے عہد میں لکھی گئیں۔ شمال میں موسیقی کا ایک امتیازی اسکول

نوٹس

وجود میں آیا جس کو موسیقی کا ہندوستانی اسکول کہا جاتا تھا اور اس کی خصوصیت سریلے اور وجد انگیز نغمے تیار کرنا تھی جو زندگی کے مختلف مزاجوں سے میل کھاتے تھے۔ راگوں اور راگنیوں کو ان کے مطابق مجازی شکل دی گئی خیال، ٹھمری اور غزل اسی دور میں اپنی تکمیل تک پہنچے۔ تان سین ایک طرح سے اس اسکول کا اولین رہنما تھا۔ اسی طرح سے جنوبی ہندوستان میں موسیقی کے کارنیٹک اسکول کا فروغ ہوا۔ تاہم عام آدمی نے لوک موسیقی اور لوک گیتوں سے ہی مسرت حاصل کی جو مقامی سرداروں آلھا۔ اودل ولا بھٹی، جے مل، پٹھا سے منسوب تھے۔

ہند، مغل ثقافت

مغل حکمرانوں نے افغانوں کے خطاب سلطان کو ترک کر دیا اور اپنے آپ کو بادشاہ اور دین پناہ (مذہب کا محافظ) کہلوایا، مزید یہ کہ عوام کے درمیان بادشاہ کے مرتبہ و مقام کو پختہ بنانے کے لیے ''جھروکہ درشن'' کا طریقہ شروع کیا یعنی عوام کو درشن دینا شروع کیا۔ یہ درشن وہ محل میں خاص اسی مقصد سے بنائے گئے جھروکوں سے دیا کرتے تھے۔ انھوں نے کورنش کی درباری روایت کو بھی بڑھاوا دیا اور مذہبی اور سیاسی باگ ڈور کو مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں رکھا۔

4.9 جدید ہندوستانی زبانوں کا فروغ

اس مدت کے دوران ایک اور اہم واقعہ کئی جدید ہندوستانی زبانوں کا ظہور تھا۔ اردو کی ابتدا غالباً دہلی کے آس پاس سے ہوئی۔ یہ چودھویں صدی عیسوی میں اس وقت وجود میں آئی جبکہ علاء الدین خلجی کی فوجیں دکن کے آس پاس مقیم تھیں، اس کا جنم لشکر کی زبان کے طور پر ہوا۔ درحقیقت دکن کی ریاستیں بیجاپور اور گولکنڈہ اردو زبان کا گہوارہ بن گئیں۔ اس زبان نے جلد ہی اپنا صرف ونحو تیار کر لیا اور ایک امتیازی زبان بن کر ابھری۔

وقت کے گذرنے کے ساتھ اس زبان کو اعلیٰ طبقہ بھی استعمال کرنے لگا۔ مشہور شاعر امیر خسرو نے اپنی شاعری اردو زبان میں کی اور اس کو مقبول بنانے میں ایک بڑا اشتراک کیا۔ 18 ویں سے 19 ویں صدی کے دوران شاعری کے علاوہ خوبصورت نثر، مختصر کہانیاں، ناول اور ڈرامے بھی اردو زبان میں لکھے گئے۔ 19 ویں صدی کے نصف اول میں اردو صحافت نے جدو جہد آزادی میں ایک انتہائی اہم رول ادا کیا۔

اردو کے ساتھ ساتھ دوسری تقریباً تمام جدید ہندوستانی زبانوں مثلاً بنگالی، آسامی، اڑیا، کھڑی بولی، پنجابی، گجراتی، سندھی، کشمیری اور جنوبی ہند کی چار زبانوں تمل، تیلگو، کنڑ اور ملیالم نے اسی مدت کے دوران اپنی موجودہ شکل اختیار کی اور ترقی پائی۔

نوٹس

4.10 نئے عقائد

اس مدت کے دوران دو مذہبی عقائد ہندوستان میں ابھرے یہ تھے سکھ ازم اور زرتشت ازم۔ مذہب کے اندر اصلاحات کے کئی اصلاحی تحریکیں بھی ہندوستان میں شروع ہوئیں۔

سکھ ازم

سکھ جن کا تعلق خاص طور سے پنجاب سے ہے، ہندوستان کی آبادی کا ایک قابل لحاظ حصہ ہیں۔تقلید پسند سکھوں کا ماننا ہے کہ ان کا مذہب خدا کے ذریعہ گرونانک پر منکشف کیا گیا، جن کی روح دوسرے گرو میں اس کے بعد کے دس گروؤں میں داخل ہوئی۔ گروگوبند سنگھ نے سکھوں کے لیے یہ فرمان جاری کیا کہ وہ ''ادی گرنتھ'' کو جسے عام طور پر گروگرنتھ صاحب کہا جاتا ہے، اپنا گرو تسلیم کریں، لیکن تاریخ اور مذہب کے طالب علموں کا ماننا ہے کہ اس مذہب کے جنم اور اس کی افزائش بھکتی تحریک میں مضمر ہے اور اس کا تعلق بھکتی تحریک کی نرگن شاخ سے ہے۔سکھ بنیادی طور پر بے شکل خدا کو مانتے ہیں۔ وہ تمام نوع انسانی کی مساوات، گرو کی موجودگی اور پاہل کی روایت پر یقین رکھتے ہیں۔

بعض حالتوں میں گرو کا جانشین اس کا بیٹا ہوتا ہے اور بعض حالتوں میں گرو کا رتبہ اس کے بہترین شاگرد کو دیا جاتا ہے۔ پانچویں گرو، گروارجن دیو نے سکھوں کو تین چیزیں دیں۔ پہلی چیز ''ادی گرنتھ'' کی شکل میں تھی جس میں پانچ گروؤں اور ان کے ساتھ جڑے ہوئے سنتوں کے اقوال تھے۔ دوسری گورمکھی زبان کا معیاری رسم الخط تھا جس میں ''ادی گرنتھ'' لکھی گئی تھی، اور آخری امرتسر میں ہرمندر صاحب یا گولڈن ٹمپل اور اکال تخت کے لیے جگہ اور اس کی بنیاد تھی۔ یہ وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جہاں سے تمام سکھوں کے لیے احکامات جاری کیے جاتے ہیں۔

دسویں گرو، گروگوبند سنگھ نے 1699ء میں خالصہ کی تخلیق کی جس کے معنی ہیں خالص۔ انھوں نے سکھوں کو پانچ قسمیں لینے کا حکم دیا۔ یہ قسمیں ہیں ''کیش رکھنا ((لمبے بال اور داڑی رکھنا)، کنگھا رکھنا، کڑا پہننا (دھاتی کڑا) کرپان رکھنا (تلوار) اور کچھّا پہننا (گھٹنوں سے تھوڑا اوپر تک کا جانگیہ) بعد میں یہ علامتیں سکھوں کے امتیازی نشان بن گئے۔ انھوں نے مزید کہا کہ میری موت کے بعد ''آدی گرنتھ'' سکھوں کی گرو ہوگی اور انھیں اس مقدس کتاب کی اطاعت کرنی ہوگی۔

موسیقی ہمیشہ سے ہی سکھ ازم کی ایک اہم خصوصیت رہی ہے اور ان کا ماننا ہے کہ موسیقی کے ذریعہ وجدان یا سمادھی کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

نوٹس

زرتشت ازم

پارسی یا زرتشتی مذہب آٹھویں صدی قبل مسیح میں زرتشتر ایا زور ویسٹر کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ اس نے وحدانیت کی تبلیغ اس علاقہ سے کی جسے فارس کہا جاتا تھا۔

وہ آگ کی پرستش اور اہور مازدا اور اہورمن کی شکل میں نیکی اور بدی کا درس دیتا تھا۔ اس نے رحم دلی اور خدا ترسی کے اخلاقی اصول کی بھی تبلیغ کی۔ اس کے اصولوں کو ''زیند ایوستا'' نامی کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔

زرتشتی مذہب پورے فارس کے علاقہ میں پھیلا اور آٹھویں صدی عیسوی تک یہ اس علاقہ میں اکثریت کا مذہب تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ زیادہ تر پارسی دنیا کے دوسرے علاقوں میں جا بسے۔ وہ ہندوستان بھی آئے اور گجرات میں نوساری میں بس گئے اور بعد میں ہندوستان کے تقریباً سبھی علاقوں میں آباد ہو گئے۔ انھوں نے ہندوستانی ثقافت میں ایک بڑا اشتراک کیا۔ یہ مشہور قوم پرست رہنما اور ایک پارسی دادا بھائی نوروجی تھے جنھوں نے مہذب ہندوستان بنانے اور اس ملک کا استحصال نہ کرنے کے برطانوی دعوں کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا۔ اس مذہبی برادری سے تعلق رکھنے والی ایک اور غیر معمولی شخصیت جمشید جی ٹاٹا تھے جو ہندوستان کی پہلی صنعتی ''شخصیت'' تھے۔ انھوں نے برطانیہ کی فولادی ملوں کے کڑے مقابلے میں ہندوستان میں لوہے اور فولاد کی صنعت کی شروعات کی اور یہ مسلسل ترقی کرتی رہی۔ پارسیوں نے بڑی تعداد میں عوامی فلاح و بہبود کے ادارے قائم کیے۔ زرتشت ازم پیری مریدی کا مذہب نہیں ہے اور کسی بھی نئے فرد کو کسی بھی صورت میں اس کے دائرے میں جگہ نہیں ملتی۔

چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں ہندوستان کی ثقافتی دھارا ہر نئے آنے والے کو اپنے میں سموتا رہی اور اس کے نتیجہ میں ثقافتی عمل باہم ہوتا رہا جس نے ہندوستانی ثقافت کو کثیر نوعی، کثیر لسانی، کثیر مذہبی لیکن ایک مربوط نوعیت دی۔

متن پر مبنی سوالات 4.5

1۔ __________ نے خالصہ کی بنیاد ڈالی اور پانچ قسمیں لینے کے لیے کہا۔

2۔ __________ آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ نیکی اور بدی پر یقین رکھتے ہیں اور رحم دلی اور خدا ترسی کو بڑھاوا دیتے ہیں۔

نوٹس

4.11 جنوبی ہندوستان

نویں اور گیارہویں صدی عیسوی کے دوران ایک شاہی خاندان چولا جنوبی ہند میں چولا منڈلم علاقہ پر حکومت کررہا تھا۔ چولاؤں نے ایک بڑی اور طاقت ورفوج بنائی جس میں بحری فوج کا ایک بڑا حصہ بھی شامل تھا، راجندر چولا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے انڈونیشیائی جزائر پر فوج کشی کی تھی اور ان میں سے کچھ پر قبضہ کرلیا تھا۔ انھوں نے دیہی سطح پر جمہوری اداروں کا قیام بھی کیا۔ ان علاقوں میں بودھ مت اور جین مت بھی پھلے پھولے۔ ان کی سرپرستی میں ادب، فنون لطیفہ، مجسمہ سازی اور عمدہ قسم کی دھاتوں کی ڈھلائی کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ چودھویں صدی عیسوی میں ایک نئی ریاست وجے واڑہ کا قیام بھی ہوا جسے اب کرناٹک کہا جاتا ہے۔ اس ریاست کے شمال میں دریائے تنگ بھدرا کے اس پار ایک نئی اسلامی ریاست ابھری جسے بہمنی کہا جاتا تھا۔ اب اس کو آندھرا پردیش کے طور پر جانا جاتا ہے۔ بہمنی اور وجے نگر حکومتیں رائچور دوآب کے زرخیز علاقے کے لیے ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہیں۔

چولا منڈلم علاقہ میں تامل زبان مقبول تھی۔ کرناٹک میں کنڑ زبان بولی جاتی تھی اور آندھراپردیش میں تیلگو اور کیرل میں ملیالم زبانیں استعمال ہوتی تھیں۔ ان زبانوں میں سے ہر ایک کی تحریر مختلف ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ابتدائی طور پر یہ پورا علاقہ تامل زبان کا استعمال کرتا ہو کیونکہ یہ انتہائی قدیم زبان ہے، لیکن درمیانہ ادوار تک چار زبانوں نے امتیازی شناخت حاصل کرلی۔ تاہم چودھویں اور سولھویں صدی کے دوران وجے نگر اپنی شہرت کی اونچائیوں کو چھونے لگا۔ چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی کے دوران اس ریاست کا دورہ کرنے والے کچھ غیر ملکیوں نے بادشاہوں، شہروں اور عوام کی ستائش کی ہے۔ ہمپی میں پائے گئے وجے نگر ریاست کے باقیات دنیا کو آج بھی حیران کردیتے ہیں۔

چولا راجاؤں کے عہد کے دوران کانچی علم وفن کا ایک عظیم مرکز تھا۔ وجے نگر کے راجہ فنون اور علم و ہنر کے عظیم سرپرست تھے۔

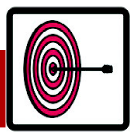

آپ نے کیا سیکھا

- اوائلی ترکی حکمرانوں (1206-1526) کو سلطان کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ وہ خلیفہ کے نمائندے کی حیثیت سے حکومت کرتے تھے۔
- دہلی کے سلطانوں کی جگہ مغلوں نے لے لی۔ انھوں نے موسیقی، پینٹنگ اور فن تعمیر کی سرپرستی کی۔ ہندوستان پر ان کی حکومت 1707ء تک رہی۔ انھوں نے بڑی تعداد میں خوبصورت عمارتیں تعمیر

کروائیں۔ مغل حکومت 1707ء تک کمزور ہوکر بکھر گئی۔ اس افراتفری کی حالت میں برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی ایک سیاسی طاقت کے طور پر ابھری۔

- صوفیوں نے انسان دوستی، تحمل و برداشت، ہمدردی کے رویے اور مساوات کے تصور سے ہندوستانی عوام پر گہرا اثر ڈالا۔
- چودھویں سے سولھویں صدی کی بھکتی تحریک دو دھاراؤں نرگن اور سگن میں بٹ گئی۔
- لوگوں نے رقص اور موسیقی کی اپنی خود کی علاقائی اور مقامی روایات کو قائم کیا۔
- قرونِ وسطیٰ میں اردو ایک زبان کے طور پر ابھری۔ اسی دور میں جنوب میں مراٹھی، تامل، تیلگو، کنڑ اور ملیالم زبانوں نے اور شمال میں آسامی، بنگالی، ہندی یا کھڑی بولی، پنجابی اور گجراتی زبانوں نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی۔
- گرونانک نے سکھ مذہب کی شروعات کی۔ گرو ارجن دیو نے ''آدی گرنتھ'' کو گورمکھی زبان میں حتمی شکل دی اور امرتسر میں ہرمندر (گولڈن ٹمپل) کی جگہ فراہم کی اور اس کی بنیاد رکھی۔
- زرواسٹر نے آٹھویں صدی قبل مسیح میں فارس میں زرتشت مذہب کی شروعات کی۔
- کانچی علم وفن کا ایک عظیم مرکز بن کر ابھرا۔
- چولاؤں بنگال اور انڈونیشیا کے حصوں پر قبضہ کرلیا۔ انھوں نے دیہی سطح پر جمہوری ادارے متعارف کیے۔
- کرناٹک میں ہمپی کے مقام پر وجے نگر ریاست کے باقیات دریافت ہوئے۔ آندھرا کے علاقہ میں بہمنی ریاست ابھری۔
- ہندوستانی سماج اس وقت چار بڑے گروپوں۔ طبقہ اشرافیہ، پجاری، شہری لوگوں اور دیہی لوگوں میں بٹا ہوا تھا۔
- تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ دہلی اندرون ملک اور بیرون ملک تجارت کا مرکز بن گیا۔
- اسلام نے ہندوستانی سماج پر گہرا اثر ڈالا۔ اس مدت کے دوران دو اہم مذہبی تحریکیں، صوفی ازم اور بھکتی ازم وجود میں آئیں۔
- انتہائی اہم صوفیوں چشتی، فردوسی اور نظام الدین اولیاء کا تعلق اسی دور سے ہے۔
- کچھ مشہور بھکتی سنت گرونانک، رام انوج، رام آنند، کبیر، چیتنایا، میرابائی اور نام دیو کا تعلق اسی دور سے ہے۔

اختتامی سوالات

1۔ قرونِ وسطیٰ میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال بیان کیجیے۔

2۔ ہندو دھرم پر مذہب اسلام کے اثرات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔
3۔ ہندوستانی ثقافت کو ثروت مند بنانے میں بھکتی تحریک کے رول کی وضاحت کیجیے۔
4۔ جدید ہندوستانی زبانوں کے عروج کے بارے میں نوٹ لکھیے۔
5۔ نئے عقائد سکھ ازم اور زرتشت ازم کے عروج کے بارے میں بتائیے۔

متن پر مبنی سوالات کے جوابات

4.1

1۔ ہجری سن کا آغاز
2۔ رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا
3۔ صوفی
4۔ ابوالفضل

4.2

1۔ خطبہ
2۔ شیر شاہ
3۔ راجپوت
4۔ وائس ریگل لاج
5۔ شاہجہاں

4.3

1۔ اس تحریک کی دو بڑی دھارائیں نرگن اور سگن تھیں۔
2۔ نانک اور کبیر (کوئی ایک) نرگن شاعر، تلسی داس اور سورداس (کوئی ایک) سگن شاعر۔

4.4

1۔ گربھہ، کال بیلیا، بھنگڑہ (کوئی دو)
2۔ پنجاب میں پھلکاری، لکھنؤ میں چکن (کوئی ایک)

4.5

1۔ گرو گوبند سنگھ
2۔ زرتشت